لطیفہ ۵۱

طبل وعلم اور زنبیل پھروانے کا بیان

قال الاشرفؒ:

العلم هو علم السالكيه فى ملك التجريد یعنی سید اشرف جہانگیرؒ نے فرمایا علم درحقیقت سلطنتِ تجرید میں سلوک کا پرچم ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ علم بلند کرنا رسول علیہ السلام کی سنت اور اہل اسلام و اہل ایمان کے لشکروں کا طریقہ ہے۔ **حيث قال عليه السلام، آدم ومن دونه تحت لوائى يوم القيامه** یعنی اسی باعث رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے روز آدم اور ان کے علاوہ تمام بنی آدم میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ نیز فرمایا، **تحت لوائى اٰدم ومن دونه** یعنی آدم اور ان کے علاوہ (سب) میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا قیام اور آپ ﷺ کے ارشادات کی تکمیل اجرِ جمیل کا سبب ہے۔ (عام مشاہدہ ہے کہ) میدانِ سلطنت ومملکت کے سلاطین صلوٰۃ اللہ جو دنیاوی بادشاہ ہیں اور جن کے ہاتھ میں رعایا کے مسائل کا حل ہے، اپنی حشمت وہیبت نیز آئین وآدابِ سلطنت کی جہت سے اپنا پرچم بلند کرتے ہیں۔ شریعت نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ فقرا آخرت کے سلاطین ہیں، **فقراء امتى ملوك الجنة** (میری امت کے فقرا سلاطینِ جنت ہیں) جب فانی امور کے مجازی بادشاہوں کو علم بلند کرنا اور نصب کرنا روا ہے تو فقرا جو حقیقی بادشاہ ہیں انہیں بطریق اولیٰ روا ہونا چاہیے کیونکہ وہ قوم کو حق کی طرف بلانے اور اظہار کرنے کے لیے علم بلند کرتے ہیں۔

جس وقت رسول علیہ السلام نے **اِنَّافَتَحۡنَالَکَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا**[۱] ((اے حبیب) بے شک ہم نے آپ کو روشن فتح عطا فرمائی۔) کے حکم کے مطابق فتح وظفر کے پرچموں اور نصرت یافتہ لشکر کے ساتھ خیبر کی جانب روانہ ہونے کا ارادہ فرمایا تو زبانِ مبارک سے ارشاد ہوا کہ علی الصباح توفیق الٰہی جس کے شاملِ حال ہوگی، اس کے ہاتھ میں روشن علم دیا جائے گا وہی

۱؎ پارہ ۲۶۔ سورہ الفتح، آیت ۱۔

امیرِ لشکر اور فاتحِ خیبر ہوگا۔ ہر ایک اُس نعمتِ بشارت کا منتظر رہا۔ جب آفتاب طلوع ہوا اور اس کا نور کائنات کے صفحے پر ظاہر ہوا تو ہر صحابی نے اُمید بھری نظروں سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب دیکھا۔ تھوڑی دیر بعد حضور علیہ السلام نے فرمایا، علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہ کہاں ہیں۔ حضرت علیؓ حاضر ہوئے۔ اس وقت امام علیؓ بن ابی طالب کی آنکھوں میں تکلیف تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فاتحہ پڑھی اور اپنا لعابِ مبارک اُن کی آنکھوں پر ملا فوراً ٹھیک ہوگئیں۔ حضور علیہ السلام نے روشن پرچم ان کے ہاتھ میں دیا۔ لشکر ایک ساتھ روانہ ہوا اور خیبر شاہِ مرداں علیؓ کے ہاتھ فتح ہوا۔ رسول علیہ السلام کے وجود (کی شان) یہ ہے کہ جب ملکِ سلونی [1] کے شہباز علیؓ ابن ابی طالب کو رسولِ حرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد حاصل ہوئی تو قلعہ خیبر کیوں فتح نہ ہوتا۔ قطعہ: [2]

مہر رخسار چو در دیدہ بود نور فزاے
دیدنِ روئے ترا راے دگر پیکر چیست
گرمہ برجِ رسالت بود و مہر علی
قلعہ چرخ تواں کند درِ خیبر چیست

ترجمہ: جب تیرے رخسار کے آفتاب سے (میری) آنکھیں زیادہ روشن ہوجاتی ہیں تو کسی دوسری صورت کی جانب دیکھنے کا خیال ہیچ ہے۔ جب علیؓ آسمانِ رسالت کے آفتاب و ماہتاب ہیں تو آسمان کا قلعہ اکھاڑا جاسکتا ہے دروازہ خیبر کی کیا ہستی ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا، **واللہ ماقلعت باب الخیبر بقوۃ جسدانیه ولا بحرکة غریز یه ولکن ایدت بحرکة ملکوتیه و بحرکة نور ربها مضیبیة** یعنی میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بخدا میں نے اپنی جسمانی قوت اور طبعی حرکت سے

---

[1] سلونی کے معنی ہیں ''مجھ سے پوچھو'' کنایۃً اس سے مراد علم بھی ہوسکتا ہے یعنی ملک علم کے شہباز علیؓ ابن ابی طالب۔ (مترجم) حوالے کے لیے ملاحظہ فرمائیں لطیفہ۔ ۹۴ (مطبوعہ نسخہ ص ۲۶۱ سطر ۸۔)

[2] مطبوعہ نسخے میں (ص ۲۶۶) پر یہ قطعہ اس طرح نقل ہوا ہے:

مہر رخسار چودر دیدہ بود نور فزای
دیدنِ روئے مرارای دگر پیکر جست
کرمہ برج رسالت بود و مہر علی
قلعہ چرخ تواں کند درخیبر جست

ان اشعار کا نہ کوئی مفہوم برآمد ہوتا ہے نہ ربط پیدا ہوتا ہے۔ احقر مترجم کے قیاس میں ان اشعار میں ردیف ''جست'' کے بجائے ''چیست'' ہونی چاہیے اور پہلے شعر کے دوسرے مصرعے میں ''دیدنِ روی مرارای دگر'' کے بجائے ''دیدن روئے ترا رائے دگر'' ہونا چاہیے۔ اُردو ترجمے میں یہ قطعہ قیاسی تصحیح کے مطابق تحریر کرکے ترجمہ کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

خیبر کا دروازہ نہیں اکھاڑا بلکہ مجھے ملکوتی حرکت اور میرے رب کے نور کی حرکت سے مدد حاصل ہوئی۔

اس بنا پر ہمارے بعض بزرگوں کو علم برداری کی روایت ورثے میں ملی ہے اور بعض کو اس ورثے کے علاوہ دوسروں کی طرف سے حق دیے جانے پر بھی یہ شرف حاصل ہوا ہے۔

اس سے قبل سید اجل اور سید رضی الملت والدین نقیب تھے۔ اس کے بعد سرداری اُن کے بیٹے سیّد فاعل کو منتقل ہوئی۔ سیّد مذکور سے ان کے بھائی سیّد تاج الدین کو سرداری ملی۔ اس کے بعد سیّد شہاب الدین حلب اور سیّد محمد دلقندی نے حکم دینا شروع کیا۔ الغرض سادات مذکور نے ہمیں اجازت دی ہے اور اُن سے مجھے سند ملی ہے۔ علم برادری کا شرف (بعض صحابہ کو) ملا اور پھر اُن سے لے لیا گیا۔ غزوۂ بدر میں علیؓ بن ابی طالب کو علم دار مقرر کیا گیا تھا۔ ہمیں بطور ورثہ علم برادری کا شرف حاصل ہے، نیز بطور استحقاق سید جلال الملت والدین بخاری طاب اللہ ثراہ سے مجھے چودہ خانوادوں کی اجازت ملی ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے مختلف طریقوں کے اشغال واذکار جو ان کے معمولات میں تھے، مجھے عنایت کیے ہیں۔

میں نے تیس سال مسافرت کی ہے۔ ان سفروں میں میں نے بعض بزرگوں سے ان کی حیات میں ملاقات کی ہے اور بعض بزرگوں کا اُن کے انتقال کے بعد جسمانی اور روحانی حالت میں مشاہدہ کیا ہے۔ ہر خانوادے نے ہماری جانب توجہ دی ہے اور نعمت عطا فرمائی ہے کہ یہ نعمت تا قیامِ قیامت تمہارے سلسلے میں باقی رہے گی۔ قطعہ:

بزیرِ گنبدِ گردوں من از قلیل و کثیر
گرفتہ ام نعمتے از ہر صغیر و کبیر[1]

ترجمہ: اس آسمان کے گنبد کے نیچے میں نے ہر چھوٹے بڑے سے تھوڑی بہت نعمت حاصل کی ہے۔

بروزگار کس از بزرگاں نماند کہ من[2]
نرفتہ ام بسعادت درِ امیرو فقیر

ترجمہ: زمانے میں شاید ہی کوئی بزرگ باقی رہا ہوگا اور امیر یا فقیر جس کے دروازے پر میں سعادت کے ساتھ نہیں گیا۔

چو نعمتے ز بزرگاں نصیب من آمد
کنم نصیبِ دگر دوستاں قلیل و کثیر

ترجمہ: جو نعمت مجھے بزرگوں سے ملی ہے میں اسے دوسرے دوستوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ بہر حال جس طرح اکابر نے یہ نعمت مجھ پر نثار کی ہے میں بھی دوسروں پر نثار کرتا ہوں۔ مصرع:

چو حق برتو پاشد تو برخلق پاش

---

[1] یہ مصرع وزن سے گر گیا ہے۔

[2] بُزرگاں کے بجائے بزرگاں پڑھیں تو وزن پورا ہوتا ہے۔

(جس طرح خدا نے تجھ پر نعمت بکھیری ہے تو بھی اسے خلق پر نثار کر)

میں جس کو چاہتا ہوں بخشتا ہوں اور یہ فعل شریعت کے مطابق ہے، اس باب میں کسی کو اعتراض نہیں ہے۔

حضرتؒ نے شرح طحاویؒ[۱] کے حوالے سے فرمایا کہ کتابِ وصیت میں بیان کیا گیا ہے کہ طبل (نقارے) دو طرح پر ہیں۔ ایک یہ کہ کھیل کود کے موقع پر بجاتے ہیں۔ شریعت نے اس سے منع کیا ہے کیونکہ ہر طرح کا لہو ولعب حرام ہے۔ البتہ جنگ کرنے، گھوڑے سپرد کرنے اور سرداروں کی سفر سے آمد و روانگی کے وقت طبل بجائے جائیں تو مباح ہے شریعت نے اس کی اجازت دی ہے۔ سنتِ ابراہیمی بھی ہے۔ اس وقت تک خلیل علیہ السلام کے مزار[۲] مبارک پر اُن مسافروں اور مجاوروں کے لیے جو وہاں مقیم ہیں، تقسیم طعام کے وقت نقارے بجائے جاتے ہیں۔ ہر شخص نقارے کی آواز سن کر لنگر خانے میں آتا ہے اور اپنے نصیب کا کھانا لے جاتا ہے۔ وہ حضرات جو صاحبِ منصب ہیں انہیں کھانا بھجوایا جاتا ہے یا دسترخوان بچھایا جاتا ہے۔

بعض مشائخ کی سفر سے آمد و روانگی کے وقت نقارے بجائے جاتے ہیں۔ اسے ''طبل رحیل'' کہتے ہیں۔ شیخ مرشد ابواسحاق گازرونیؒ کے روضہ متبرکہ اور مرقدِ منورہ پر کھانے کے وقت نقارہ بجانے کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ ہم نے خلیل علیہ السلام کے مزار مبارک کے مجاوروں سے بھی سند پائی ہے اور ہمیں عطا ہوئی ہے۔ حضرت ابواسحاقؒ کے طریقے پر طبل و علم کی یہ روایت بلند رتبہ درویشوں اور مصاحبوں میں اب بھی جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن تک بہت زیادہ صاحب علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کی بزرگ آل کی برکت سے جاری رکھے۔ حق تعالیٰ و تقدس جس کسی کو نعمت روزی فرمائے اور وہ اُسے بندوں پر نثار کرے، اس کے لیے روا ہے کہ اعلانِ عام کے لیے طبل بجائے۔ درویشوں کا کھانا کھانا عبادت کی مثل ہے لوگوں میں دعوت کے لیے جو عمل اختیار کیا جائے وہ مشروع ہوتا ہے۔

مجلس میں زنبیل (جھولی) پھرانے کا ذکر ہوا۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ جب ابراہیم ادہم قدس سرہ، کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور دوستی نے سرایت کی تو اللہ تعالیٰ کی توفیق اور عنایت سے تاج و تخت چھوڑ دیا۔ گرمی سے بچنے اور ستر چھپانے کے لیے موٹے اون کا لباس پہن لیا۔ رباعی:[۳]

ترکِ دنیا گیرتا سلطاں شوی
محرمِ اسرار باجاناں شوی

---

[۱] طحاویؒ۔ ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ ازدی طحاویؒ ۲۳۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ پہلے امام شافعیؒ کے شاگرد مزنی سے اور بعد میں اپنے ماموں قاضی ابوجعفر احمد بن ابی عمرانی سے علم سیکھا۔ ملاحظہ فرمائیں، تاریخ فقہ اسلامی (اردو ترجمہ) ص ۳۳۰۔

[۲] مطبوعہ نسخے (ص ۲۶۷) میں سہو کتابت کے باعث مزار کے بجائے ''ہزار دو ہزار خلیل'' نقل کیا گیا ہے۔ درست ''مزار خلیل'' ہے۔

[۳] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

پائے نہ بر تخت و تاج و سلطنت
ورنہ ہمچو چرخ سرگرداں شوی

ترجمہ: اگر تو سلطان بننا چاہتا ہے تو دنیا کو چھوڑ دے اور محبوب حقیقی کے اسرار کا محرم بن جا۔ تخت، تاج اور سلطنت کو ٹھکرا دے ورنہ (دنیا کی ہوس میں) آسمان کے مانند سرگرداں رہے گا۔

ابراہیم ادہمؒ عبادتِ الٰہی میں مشغول ہوگئے۔ جب ان کی بزرگی کا اطرافِ عالم میں چرچا ہوا تو ہر طرف کے درویش اور مسافر ان کی زیارت سے برکت حاصل کرنے کے لیے حاضر ہونے لگے۔ بعض اوقات (ان کے طعام کے لیے) روٹی کے ٹکڑے بھی میسّر نہ ہوتے کہ وہی آنے والوں کی خدمت میں پیش کر دیئے جاتے۔ اس صورتِ حال کو فضیل بن عیاضؒ کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ انہوں نے ابراہیم ادہم کو ہدایت کی کہ ہر ہفتے ایک بار زنبیل گردش کرائیں اور جو کچھ غیب سے حاصل ہو اسے باقی دنوں کے لیے بچا کر رکھیں۔ ابراہیم ادہم اس طریقے پر کار بند ہوگئے۔ آج بھی خراسان میں خاندانِ چشت قدس اللہ ارواحہم میں بعد نماز جمعہ درویش اور مجاور خواجہ مودود چشتیؒ کی درگاہ میں اس طریقے کی رعایت کرتے ہیں۔

زنبیل پھرانے کا قاعدہ یہ ہے کہ فقرا میں سے ایک بزرگ شخص حلقے کے پیشوا کی خدمت میں روٹی لاتا ہے۔ اس وقت حاضرینِ مجلس اور دوسرے درویش فاتحہ پڑھتے ہیں اور اس کے بعد زنبیل اس بزرگ شخص کی گردن میں ڈال دیتے ہیں۔ وہ مقدم درویشوں کے لیے سامانِ خورد ونوش حاصل کرنے کے لیے روانہ ہوجاتا ہے۔ پہلے تین بار لا الٰہ الا اللہ محمد الرّسول اللہ کہتا ہے پھر لا الٰہ الا اللہ کا ذکر کرتے ہوئے روانہ ہوجاتا ہے۔ شہر کے اندر داخل ہوکر کوچہ و بازار میں پھرتا ہے۔ کسی شخص کی طرف نگاہ نہیں کرتا اس کی نظر اپنے قدموں پر ہوتی ہے۔ کسی سے بات نہیں کرتا۔ اس طرح غیب سے کھانے کی چیزیں، لباس اور قربانی وغیرہ جو کچھ حاصل ہوتا ہے لے کر پیشوا کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ پکی ہوئی روٹیاں حاضرین میں تقسیم کر دیتا ہے اور خام جنس طعام خانے میں بھجوا دیتا ہے۔ یہ فعل کریم النفسی اور دوسروں کو نفع پہنچانے کے لیے کیا جاتا ہے۔ شہر سبزوار میں ایک بزرگ خواجہ علی جو خواجہ یوسف چشتی کے مرید تھے جمعے کے دن اس طریقے پر عمل کرتے تھے۔ ان کے علاوہ واحد یہ اور بایزید یہ طریقے کے حضرات ہفتے میں دوبارہ زنبیل پھراتے تھے۔ مختصر یہ ہے کہ مشائخ سلف یہ عمل کرتے تھے جس کے آثار اب بھی باقی ہیں۔ [1]

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ جب میں مکہ معظّمہ کے سفر سے واپس ہوا تو چشت میں شیخ الوقت حضرت خواجہ قطب

---

[1] اس کے بعد مطبوعہ نسخے کے صفحے ۲۶۷ کی سطریں ۱۲۔ ۱۳، سہو کتابت کے باعث دوبارہ نقل کر دی گئی ہیں۔ مترجم ان کا ترجمہ پہلے ہی کر چکا ہے۔ ان کا تعلق طبل بجانے سے ہے۔ اس لیے مترجم نے بے ربطی مضمون کے خیال سے اِن دو سطروں کا ترجمہ نہیں کیا اور عبارت کو زنبیل گردانی کے مضمون سے ملحق رکھا۔

الدین چشتی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت چشت کے صاحبِ سجّادہ ہیں۔ انھوں نے طرح طرح کی عنایتوں اور شفقتوں سے سرفراز فرمایا۔ چالیس روز اپنے پاس رکھا۔ جب رخصت فرمایا تو مجھے دورہ کرنے، زنبیل پھرانے، قندیلیں لٹکانے اور بلند آواز سے ذکر کرنے نیز زاویہ تعمیر کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حق تعالیٰ نے مجھے اِن روشن اور خوشگوار نعمتوں سے بہرہ مند فرمایا ہے۔ میں بھی جسے چاہتا ہوں۔ یہ نعمتیں دیتا ہوں۔ قطعہ:

کسے را کہ یزداں کند بہرہ مند
زالوان نعمت بخوانِ جہاں

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس کسی کو دنیا کے دسترخوان سے طرح طرح کی نعمتیں عطا کرے۔

بباید مر اوراکہ قسمت کند
نعیمے در اندر خور ہم گناں

ترجمہ: اسے چاہیے کہ اُن نعمتوں کو اپنے یگانوں میں تقسیم کرے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ ہم نے اپنے بعض اصحاب کو جو یہ نعمت و دولت پانے کے لائق تھے، جیسے حضرت دُرِ یتیم، شیخ شمس الدین اودھی، شیخ قطب الدین کرکری، شیخ معروف اور شیخ محمود، ان سب کو یہ نعمت بخشی ہے۔ اشعار:

منم دریائے پراز گوہرِ راز
کہ وقتِ موج می باشم دُر افشاں

ترجمہ: میں ایسا دریا ہوں جو راز کے موتیوں سے پر ہے۔ جب مجھ میں موجیں اٹھتی ہیں تو میں موتی بکھیرتا ہوں۔

کسے کو در خورِ دُرّ معانی
بود در گوش بحرِ دل ز احساں

ترجمہ: وہ شخص جو حقیقت کے موتی پانے کے لائق ہے تو از راہِ احسان اس کے گوشِ دل کو اس موتی سے سجایا جاتا ہے (اس کو رازِ حقیقت بتایا جاتا ہے)۔

ہم آں گوہر از راہِ ہمت[1]
کہ ند ہد دیگرے از جوہر افشاں

ترجمہ: خاص توجہ کے ذریعے وہ تمام موتی اس شخص کو عطا کر دیے جاتے ہیں۔ کسی جوہری کے پاس ایسے موتی نہیں ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ جس زمانے میں بلند رتبہ درویشوں کے علم نواحِ گجرات میں پہنچے تھے، ہم نے

---

[1] یہ مصرع وزن سے گر گیا ہے۔

برادرانِ دینی شیخ الاسلام اور شیخ مبارک کو اپنی خلافت ونعمت کے شرف سے مشرف کیا تھا۔ انہوں نے ہم سے زنبیل پھرانے، قندیل لٹکانے اور زاویہ تعمیر کرنے کی درخواست کی تھی جو منظور کرلی گئی۔ اس پر حضرت درِیتیم نے عرض کیا کہ زنبیل گردانی کی اصل اور سند کیا ہے؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ معرکۂ ولایت کے رُستم اور جہاد ہدایت کے گستہم[۱] امیر المومنین علیؓ ابن ابی طالب اس سند کے بانی ہیں اور وہ واقعہ یوں تھا کہ ایک دن حضرت علیؓ نخلستان میں تشریف لے گئے۔ درختوں میں کثرت سے کھجوریں آئی ہوئی تھیں۔ آپ نے بہت سی کھجوریں زمین سے چنیں اور بہت سی درختوں سے توڑیں اور تمام کھجوریں لالہ زار نبوت کے سرو اور انہارِ جواں مردی کے سہی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں۔ جس وقت یہ کھجوریں حضور علیہ السلام کو پیش کی گئیں اس وقت حضرت علیؓ نخلستان سے لوٹے تھے اور کھجوریں ایک زنبیل میں بھری ہوئی تھیں۔ (اس صورت حال میں) اتفاقاً ایک حاجت مند نے اپنی مجبوری اور بے چارگی کی کیفیت رسول علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی۔ ارشاد ہوا کہ تمام کھجوریں محتاجوں اور حاضرین مجلس میں تقسیم کردو۔ امام علیؓ نے سب کھجوریں تقسیم کردیں۔ جب حاضرین کھجوریں کھاچکے تو حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کی گٹھلیاں جمع کرو۔ جب گٹھلیاں جمع ہوگئیں تو وہ سائل کو عطا فرمائیں تاکہ وہ انہیں کام میں لائے۔ حق تعالیٰ نے اُن گٹھلیوں کی برکت سے اُس محتاج کو بے اندازہ نعمت عطا کی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ زنبیل گردانی کی بنا امام علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ میں نے اکثر مشائخ کو دیکھا ہے جو زنبیل پھرانے اور قندیل لٹکانے کی رسم ادا کرتے تھے لیکن ہندوستان میں صرف حضرت مخدومیؒ اور حضرت مخدوم زادہ قدس اللہ سرہ یہ رسم انجام دیتے تھے۔

ساداتِ سبزوار کے معمول کے مطابق روز عاشور کا ذکر

مجلس میں روزِ عاشورہ کا ذکر ہوا۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ اکابرانِ زمانہ اور بزرگانِ شہر، خاص طور پر وہ حضرات جو صحیح النسب سادات اور عالی حسب نقیب ہیں محرم کے ابتدائی دس روزہ دورے پر جاتے اور زنبیل پھراتے ہیں، جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے کہ ملک سبزوار میں خواجہ علی[۲] جو اصحاب صوفیہ کے پیشوا اور اس گروہ کے سردار تھے، محرم کے دس دن علم کے نیچے بیٹھتے تھے اور اپنے مریدوں کو دورہ کرنے بھیجتے تھے۔ کبھی کبھی خود بھی دورے پر چلے جاتے اور رسم عزاداری ادا کرتے تھے۔ مثلاً عشرۂ محرم میں بیش قیمت لباس نہیں پہنتے تھے اور عیش وخوشی کے اسباب ترک کردیتے تھے۔

---

[۱] رستم اور گستہم دونوں ایرانی پہلوان تھے۔ فردوسی نے شاہنامے میں دونوں کے فتح مندانہ معرکوں کو بیان کیا ہے۔

[۲] مطبوعہ نسخے (ص ۲۶۸) میں ''خواجہ علی'' کے بجائے ''سیّد علی قلندر'' تحریر کیا گیا ہے۔ اس سے قبل صفحہ ۲۶۷ میں (آخری سطر سے پہلی والی سطر) ''خواجہ علی'' تحریر کیا گیا ہے۔ یہاں مترجم نے اسی کے مطابق اُردو ترجمے میں ''خواجہ علی'' تحریر کیا ہے۔ ''سیّد علی قلندر'' جیسا کہ آئندہ سطور میں ذکر آئے گا، غالباً حضرت قدوۃ الکبراؒ کے خاص مریدوں میں تھے۔

ان مقاماتِ شریفہ اور مقالاتِ لطیفہ کو تحریر کرنے والا عرض کرتا ہے کہ وہ تیس سال سفر ہو یا قیام حضرت قدوۃ الکبرا کے ساتھ رہا ہے، اس نے یہی دیکھا کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے عاشورے کے معمولات کبھی ترک نہیں کیے کبھی بذات خود علم کے نیچے بیٹھتے اور کبھی سیّد علی قلندر کو جو آپ کے مخلص اصحاب و احباب میں تھے، اس کا حکم فرماتے تھے کہ وہ علم کے نیچے بیٹھیں۔

عشرے کے آخری دو تین روز یزید پر لعنت کرتے تھے اور آپ کے اصحاب بھی آپ کی موافقت کرتے تھے ایک مرتبہ اتفاقاً محرم کے ابتدائی دس دن شہر جونپور میں بسر ہوئے۔ آپ کا قیام مسجد عالی میں تھا۔ آپ نے اپنے مقررہ دستور کے مطابق تمام معمولاتِ عشرہ جملہ آداب کے ساتھ ادا کیے۔ دسویں محرم کو ان وظائف کو پورا کیا جو مشائخ کا معمول رہے ہیں اور ان سنتوں کو ادا کیا جنہیں علما روا سمجھتے تھے۔ اس اثنا میں شہر کے بعض اہل علم اور اربابِ فضل آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ مصافحہ کیا۔ کوئی بات مصافحے کے دوران نکل آئی اس پر تھوڑی دیر مصافحے کے وقت گفتگو رہی۔ آخر یہ طے ہوا کہ مصافحے سے فارغ ہو کر گفتگو کی جائے۔ ملاقات کے لیے آنے والوں میں ایک صاحب مشہور فاضلوں میں تھے، انہوں نے سوال کیا کہ آپ اپنی مجلس شریف میں یزید پر لعنت کرتے ہیں، اس کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ (علما کے درمیان) یہ مسئلہ اختلافی ہے لیکن اکثر نامور عالموں اور فاضلوں نے لعنت تجویز کی ہے۔ خاص طور پر وہ شخص جو انصاف پسند ہو، خاندانِ مصطفوی کو دوست رکھتا ہو اور دودمانِ مرتضوی سے محبت کرتا ہو اس کے لیے اس میں کیا مضائقہ ہے؟ کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ جس شخص نے رسول ﷺ کے جگر گوشوں پر اس قدر مظالم ڈھائے ہیں اور بتول کے نور چشموں کو مصائب میں مبتلا کیا ہے وہ قابلِ لعنت کیوں نہ ہو۔ آیۂ کریمہ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ وَ اَعَدَّ لَہُمۡ عَذَابًا مُّہِیۡنًا [1] (بے شک جو لوگ اذیّت دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو، اللہ نے ان پر لعنت فرمائی دنیا اور آخرت میں ان کے لیے خواری کا عذاب تیار کیا۔) سے بھی اہل فہم معلوم و مقرر کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد مولانا محمود نے بحث کی اور علمی مقدمات درمیان میں لائے حضرت قدوۃ الکبرا نے علمی مقدمات کا جواب جچے تلے انداز میں دیا۔ جب ایک دوسرے کے مقدمات کی تشریح نے طول پکڑا اور روایات ایک دوسرے کی تاویل میں تحلیل ہو گئیں تو زیر بحث مسئلے کو قاضی شہاب کے سامنے پیش کیا گیا حضرت قاضی صاحب نے ایک دوسرے کے مقدمات توجہ سے سنے پھر اپنا پہلو حضرت قدوۃ الکبرا کی جانب کیا۔ آپ نے بہت قوی اور مضبوط دلائل دیئے۔ اس پر قاضی صاحب نے فیصلہ دیا کہ حضرت میر (قدوۃ الکبرا) درست فرماتے ہیں۔ تقریباً بیس دن فضلائے شہر نے اس مسئلے پر قاضی صاحب سے بحث کی۔ قاضی صاحب نے اسی مسئلے کے تعلق سے ''رسالہ مناقبِ سادات'' تصنیف کیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے بھی اس بحث سے متعلق ایک رسالہ تحریر کیا ہے اور اس کا عنوان ''لعنت فسقی'' تجویز کیا ہے۔ اس کی ابتدا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت سے کی ہے اور اسے یزید کے غلبے پر ختم کیا ہے۔ یہ ایک ضخیم رسالہ ہے جسے ضرورت ہو خانقاہ سے طلب کر سکتا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے

---

[1] پارہ ۲۲۔ سورۂ احزاب آیت ۵۷

تھے کہ جس شخص کو اس خاندان عالی سے ذرا سی بھی محبت ہوگی اور اس دودمانِ متعالی سے ذرا سی بھی دوستی ہوگی وہ اس مسئلے کو سمجھ جائے گا۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ یہ بھی فرماتے تھے کہ صوفیہ کے عالی گروہ کی راہِ سلوک میں (سالک کو) کم از کم قاضی صاحب جتنا علم تو ضرور چاہیے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ جس زمانے میں یہ فقیر بنگال گیا اور اولیائے زمانہ کے پیشوا اور نامور اصفیا کے جوہر حضرت مخدومی علاء الملّت و الدین کی خدمت سے مشرف ہوا، اس زمانے میں بھی بنگال کے نامور عالموں میں یہ بحث جاری تھی۔ سب نے عجیب طریقے سے جمع ہوکر اس فقیر سے الٹی سیدھی بحث کی۔ اس جماعت سے ایک ماہ تک بحث رہی۔ آخر الامر علمی مقدمات اور فقہی روایات کی بناء پر دونوں اس فیصلے پر آئے کہ اس پر لعنت فسقی جائز ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے حضرت شیخ ؒ محرم کی پہلی تاریخ سے دس تاریخ تک گریہ وزاری کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ وہ عجیب دل ہے جو خاندانِ رسول اور جگر گوشگانِ بتول کے ماتم میں نہ روئے اور ان کی ماتم پرسی سے بے تعلق ہوجائے۔ سبحان اللہ یہی حقیقی نیازمندی ہے۔ شعر:

کسے کو در چنیں ماتم نہ گرید
دلِ آں کس مگر از سنگ باشد

ترجمہ: جو شخص اس طرح کے ماتم پر گریہ وزاری نہ کرے شاید اس کا دل پتھر کا ہوگا۔